ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان
(۱۹۱۲ء۔۲۰۰۵ء)

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ۱۹۱۲ء میں جبل پور میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم جبل پور ہی سے حاصل کی۔ بعدازاں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے وہ علی گڑھ چلے گئے اور وہاں سے اردو اور فارسی میں ایم اے کے امتحانات پاس کیے۔ اُنھوں نے قانون، پی ایچ۔ ڈی اور ڈی لٹ کی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔ ۱۹۳۷ء میں کنگ ایڈورڈ کالج اَمراوتی میں اردو کے استاد مقرر ہوئے اور کم وبیش گیارہ سال تک اردو پڑھاتے رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد کراچی منتقل ہوگئے اور اردو کالج کراچی میں صدرِ شعبہ اردو مقرر ہوئے۔ اس دوران میں وہ کراچی یونیورسٹی میں بھی مختلف حیثیتوں سے تدریسی و تحقیقی فرائض انجام دیتے رہے۔ بعد میں وہ سندھ یونیورسٹی سے منسلک ہوگئے اور حیدرآباد میں رہائش پذیر ہوگئے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ہمارے ملک کے نامور دانش ور اور ممتاز ماہرِ تعلیم تھے۔ مذہبی عالم کی حیثیت سے بھی انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اردو کے علاوہ انھیں عربی، فارسی اور انگریزی زبان و ادب سے بھی گہرا لگاؤ تھا۔ وہ تاریخ اور تصوّف میں بھی خاصی دل چسپی لیتے تھے۔ ان کا اسلوب سادہ اور سلیس ہے۔ وہ کم سے کم الفاظ کا استعمال کر کے زیادہ معنی پیدا کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔ وہ دقیق نظریات کو نہایت آسانی سے عام فہم بنا لیتے تھے۔ اپنی تحریروں میں وہ ہمیشہ تحقیقی انداز اختیار کرتے تھے۔ انھوں نے ہمیشہ سنجیدہ موضوعات پر قلم اٹھایا اور محققانہ انداز میں سچی اور کھری بات قارئین تک پہنچائی۔ ان کی تصانیف دیکھ کر انسان قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ وسیع المطالعہ اور وسیع النظر انسان تھے۔ انکسار اور سادہ بیانی ان کے اسلوب کا طرّہ امتیاز ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی نمایاں علمی و ادبی تصانیف میں علمی نقوش، چند فارسی شعراء، مکتوباتِ شاہ احمد سعید دہلوی، ادبی جائزے، حالی کا ذہنی ارتقا، اقبال اور قرآن، معارفِ اقبال، مطالبِ قرآن، سرگزشتِ کابل، تاریخ بہرام شاہ، ہمارا تلفظ، سندھی اردو لغت، مکتوباتِ حضرت مجدد الف ثانی شامل ہیں۔ اُردو زبان و ادب کے یہ عظیم خدمت گار ۲۰۰۵ء میں حیدرآباد میں وفات پا گئے۔

سبق: ۱۲

نظریۂ پاکستان

تدریسی مقاصد:

- ☆ نظریۂ پاکستان کے مفہوم اور بنیادی تصور کو واضح کرنا
- ☆ نظریۂ پاکستان کے فکری اور تاریخی پس منظر کو سمجھنا
- ☆ پاکستان کے قیام کے مقصد اور اس کے مستقبل کے تقاضوں پر غور کرنا

www.ilmkidunya.com

مسلمانوں نے ہمیشہ رواداری کو اپنا شیوہ بنایا ہے لیکن جب کفر و اِلحاد اپنا غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو مسلمان اس کے مقابلے کے لیے ڈٹ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ بادشاہ اکبر کی بے جا رواداری اور ملکی سیاست میں ہندوؤں کے عمل دخل کی وجہ سے ملک میں کافرانہ طور طریقے اس قدر رائج ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کی آزادی خود ان کے دینی معاملات میں بھی ختم ہو گئی تھی۔ چناں چہ اکبر کے آخری دور میں اسلام کی سربلندی کے لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ (۱) کھڑے ہوئے۔ آپ نے جہانگیر کے زمانے میں محض دین کی خاطر قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور اسلامی قدروں کو نئے سرے سے فروغ دیا۔ ان کے اثر سے شاہجہاں اور اس کے بعد اس کا بیٹا اورنگ زیب، دین کا خادم بنا لیکن اورنگ زیب کے بعد ہی اس کے بیٹوں کے باہمی نفاق اور کمزوری کی وجہ سے مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہو گیا۔ مرہٹوں اور ہندوؤں کے کئی گروہوں نے سر اٹھایا؛ انگریزوں نے اپنے قدم جمائے اور ملک میں انتشار پھیل گیا لیکن ایسے گئے گزرے حالات میں بھی قوم کو فروغ دینے اور اسلام کو سربلند کرنے کے لیے کوششیں جاری رہیں۔ چناں چہ میسور کے سلطان حیدر علی اور اس کے بیٹے سلطان ٹیپو نے نہ صرف ہندوؤں اور انگریزوں کا مقابلہ کیا بلکہ افغانستان، ترکی اور پھر فرانس کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کی لیکن ملک کے دوسرے سرداروں نے ساتھ نہیں دیا اور انھیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

اسی زمانے میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۲) اور ان کے صاحبزادوں نے مسلمانوں کی اخلاقی اور معاشرتی برائیوں کو دور کرنے کی تحریک شروع کی۔ پھر اُن کے پوتے شاہ اسماعیلؒ نے اپنے مرشد سید احمد بریلویؒ کے ساتھ اسلامی اصولوں کو دوبارہ رائج کرنے اور ملک کو غلامی سے آزاد کرانے کی کوشش میں ۱۸۳۱ء میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ تاہم انھوں نے مسلمانوں کے دلوں میں جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا۔ چناں چہ

۱۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ (۱۵۶۴ء۔ ۱۶۲۴ء) نقشبندی سلسلے کی اہم شخصیت

۲۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۱۷۰۳ء۔ ۱۷۶۳ء) عالمِ دین، محدث، مصلح

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مسلمانوں نے پھر اپنے قدم جمانے کی کوشش کی لیکن انگریزی اقتدار مستحکم ہو چکا تھا، اس لیے انھیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اس زمانے میں سرسیّد نے مجبوراً انگریزوں سے مفاہمت کو غنیمت جانا اور مسلمان قوم کی اخلاقی اور تہذیبی اصلاح پر توجہ دی اور ان کے دلوں سے احساسِ کمتری کو دور کرنے کی کوشش بھی کی۔ ۱۸۸۵ء میں ہندوؤں نے کانگریس کی بنیاد ڈالی اور ظاہر یہ کیا کہ وہ ملک کی تمام قوموں کو ان کے حقوق دلوائیں گے لیکن بعد میں پتا چلا کہ وہ صرف اپنے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں۔ اُنھوں نے مسلمانوں کو ان کے کاروبار سے بھی محروم کرنے کی کوشش کی اور وہ سرکاری ملازمتوں پر بھی قابض ہو گئے۔ نیز انھوں نے مسلمانوں کی مشترکہ زبان اردو کے مقابلے میں ہندی کو قائم کر دیا۔ سرسیّد نے مسلمانوں کو ہندوؤں کی اس کانگریس اور ان کی سیاست سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی اور ان کے ایک دوست مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دیوبند میں مسلمانوں کی دینی تعلیم کی طرف توجہ دی۔ پھر سرسیّد کے ایک رفیق نواب وقارالملک نے ۱۹۰۶ء میں کل ہند مسلم لیگ کے نام سے مسلمانوں کی ایک الگ تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ یہ تنظیم ڈھاکے میں قائم ہوئی تھی، جہاں ہندوؤں نے سازش کر کے مسلمانوں کو زک پہنچانے کے لیے مشرقی بنگال اور آسام کا وہ صوبہ جس میں مسلمانوں کی اکثریت تھی، ختم کرا دیا اور ۱۹۱۱ء میں اسی علاقے کو پھر بنگال میں شامل کرا دیا۔

اسی زمانے میں پہلی جنگِ عظیم [۱] چھڑ گئی، جس میں انگریز کا مقابلہ جرمنی سے ہوا اور ترکی نے جرمنی کا ساتھ دیا۔ ہندوستان کے مسلمان چوں کہ تُرکی کے سلطان کو حجاز کی خدمت کرنے کی وجہ سے خلیفۂ اسلام سمجھتے تھے، اس لیے انھوں نے مالی اور طبی امداد بھی بہم پہنچائی جس کی وجہ سے حکومتِ برطانیہ کو مسلمانوں سے عناد پیدا ہو گیا لیکن انھوں نے یہاں کے مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا کہ اگر ہمیں اس جنگ میں فتح حاصل ہو گئی تو ہم کسی طرح بھی ترکی کو مزید نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ یہ وعدہ محض فریب تھا۔ چناں چہ جب انگریزوں کو فتح حاصل ہوئی، تو وہ اپنے وعدے سے پھر گئے اور انھوں نے ترکی [۲] کی وسیع سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ یہاں کے مسلمانوں کو اس فریب کی وجہ سے بہت تکلیف پہنچی اور انھوں نے خلافت کے تحفظ کے لیے مولانا محمد علی جوہر اور ان کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی کی رہنمائی میں تحریکِ خلافت شروع کی لیکن اسی زمانے میں ہندوؤں نے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لیے شدھی کی تحریک شروع کی اور ان کو ختم کرنے کے لیے سنگھٹن کی تحریک بھی شروع کی۔ پھر ۱۹۲۸ء میں کانگریس نے جو نہرو رپورٹ شائع کی، اس میں مسلمانوں کے لیے علیحدہ نمائندگی کا اصول جو وہ بارہ سال پہلے تسلیم کر چکی تھی، بالکل نظر انداز کر دیا۔ پھر تو مسلمانوں میں بڑا جوش پیدا ہوا اور انھیں یقین ہو گیا کہ چوں کہ ان کا دین، ان کی تہذیب اور ان کی معاشرت سب کچھ غیر مسلموں سے مختلف ہے، اس لیے کسی حالت میں ہندوؤں سے تعاون نہیں ہو سکتا۔ چناں چہ ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے الہ آباد والے اجلاس میں علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ وطن (پاکستان) بنانے کی تجویز پیش کی۔ چار سال کے بعد جب قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے مسلم لیگ کی صدارت کا مستقل عہدہ قبول کیا، تو انھوں نے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش شروع کر دی۔ آخر ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو انھوں نے لاہور کے اجلاس میں واضح طور پر اعلان کر دیا

۱۔ جنگِ عظیم اوّل (۱۹۱۴ء میں شروع اور ۱۹۱۹ء میں ختم ہوئی)

۲۔ مراد خلافتِ عثمانیہ ہے

www.ilmkidunya.com

کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہاں ایک آزاد مسلم ریاست قائم کی جائے۔ اس اعلان کو "قراردادِ پاکستان" کہتے ہیں، جس کی رُو سے مسلمانوں کی آزاد اور خود مختار حکومت قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔

یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ دنیا میں قومیت کی تشکیل کی دو بنیادیں ہیں: ایک وہ جو مغربی مفکرین نے قائم کی ہے اور دوسری وہ جو رسولِ مقبول خاتم النبیین ﷺ کی قائم کی ہوئی ہے۔ اہلِ مغرب نے خاندانی، نسلی اور قبائلی بنیادوں میں ذرا وسعت پیدا کر کے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر اُستوار کیں اور تصور دیا کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔ اس نظریے کی وجہ سے دنیا کے انسانوں کے درمیان تباہی کا جو دروازہ کھلا، وہ دو عالمی جنگوں کے ہونے سے بخوبی ظاہر ہے۔ یہ وطنی قومیت ہی کی بنیاد پر لڑی گئی تھیں اور یہ وطنی قومیت جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو تحفظ دینے میں تو بالکل ہی ناکام تھی، کیوں کہ جنوبی ایشیا کے مسلمان اس نظریے کے تحت ایک مجبور اقلیت بن جاتے۔

قومیت کی دوسری بنیاد وہ ہے، جو رسولِ مقبول خاتم النبیین ﷺ نے ملّتِ اسلامیہ کی تشکیل کرتے وقت قائم فرمائی اور جو مغرب کے تصورِ قومیت سے جدا ہے، جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے بھی فرمایا ہے:

اپنی ملّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوّتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے، جو لا الٰہ الاّ اللہ پر قائم ہے یعنی یہ نسل، رنگ اور وطن کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک نظریے، ایک عقیدے اور ایک کلمے کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے اور اس نظریاتی پہلو کو نمایاں کرنے کے لیے اسے ملت کہا گیا ہے۔ ایسی نظریاتی قومیت میں ہر نسل، ہر رنگ اور ہر جغرافیائی خطے کے لوگوں کے لیے جگہ ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو، جن میں ہر نسل، ہر رنگ اور مختلف جغرافیائی خِطوں کے لوگ شامل تھے۔ ایک ایسی قوم کے ماتحت اقلیت بن کر رہنا منظور نہ تھا، جو اسلامی قومیت کے برعکس ذات پات، چھوت چھات اور بت پرستی کے بندھنوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ چناں چہ انھوں نے اپنی جداگانہ قومیت، یعنی اسلامی قومیت کی بنیاد پر اپنے لیے ایک جدا وطن کا مطالبہ کیا، جس میں وہ اپنے عقیدے، اپنے نظریۂ زندگی، اپنے طرزِ معاشرت کے مطابق زندگی بسر کر سکیں اور ایک مسلمان کی حیثیت سے دورِ جدید کا مقابلہ کر کے اپنے مستقبل کو سنوار سکیں۔

ہمیں اس بات کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ نظریۂ پاکستان میں اسلامی زندگی اور قدروں کا تصوّر بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اخوت، مساوات، عدل، دیانت، خدا ترسی، انسانی ہمدردی اور عظمتِ کردار کے بغیر نظریۂ پاکستان کو فروغ نہیں ہو سکتا۔ نظریۂ پاکستان کا مقصد محض ایک حکومت قائم کرنا نہیں تھا، کیوں کہ مسلمانوں کی حکومتیں ایشیا اور افریقہ میں پہلے سے موجود تھیں۔ نظریۂ پاکستان کا مقصد اسلامی اصولوں کی ترویج و اشاعت اور اہلِ عالم کے لیے مثالی مملکت کا نمونہ فراہم کرنا ہے۔

پاکستان قائم کرنے کا فیصلہ ہندوؤں کو بہت ناگوار گزرا۔ انھوں نے پوری کوشش کی کہ یہ مملکت قائم نہ ہونے پائے۔ ان کے پاس دولت اور طاقت تھی۔ جنوبی ایشیا میں ان کی اکثریت تھی لیکن چوں کہ قیامِ پاکستان کا مطالبہ حق اور انصاف پر مبنی تھا، اس لیے حکومتِ برطانیہ کو مجبور ہونا پڑا اور قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی پرخلوص قیادت، مسلمانوں کے یقین، اتحاد اور عملِ پیہم کی وجہ سے ۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔

پاکستان نے اپنے قیام سے اب تک بڑی ترقی کی ہے اور اس کا شمار دنیا کے اہم ملکوں میں ہوتا ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان اور زیادہ ترقی کرے اور ہمیشہ ترقی کرے تو ہمیں نظریۂ پاکستان کو ہر وقت پیشِ نظر رکھنا پڑے گا۔ اس کی بدولت ہم پاکستان کو زیادہ مستحکم اور شان دار بنا سکتے ہیں۔

نظریۂ پاکستان کا مقصد پاکستان کو ایک اسلامی اور فلاحی مملکت بنانا ہے۔ ہمیں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیے، جس کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔ ہمارا جینا اور مرنا پاکستان کے لیے ہونا چاہیے۔ قومی مفاد کے سامنے ذاتی مفاد کو دل سے نکال دینا چاہیے۔ ہر قسم کی گروہ بندی سے بالاتر ہو کر تمام پاکستانیوں کی فلاح و بہبود کی کوشش کرنا، نظریۂ پاکستان کو فروغ دینا ہے۔ اگر ہم نے نظریۂ پاکستان کو پیشِ نظر رکھا اور اپنی سیرت اور کردار کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی تو دنیا کی دوسری قوموں میں بھی ہمیں امتیاز حاصل ہوگا اور ہم اسلامی اصولوں کی روشنی میں پاکستان کو توانا، مستحکم، شاندار اور پُرعظمت بنانے میں پوری طرح کامیاب ہوں گے۔ ان شاءاللہ۔

(گلشنِ وحدت)

مشق

۱۔ مختصر جوابات تحریر کریں:

(الف) نظریۂ پاکستان سے کیا مراد ہے؟

(ب) اسلام کی سربلندی کے لیے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمات بیان کریں۔

(ج) تحریکِ پاکستان کی اساس میں سرسیّد احمد خاں اور ان کے رفقا کے کردار پر روشنی ڈالیے۔

(د) ''مسلمانوں کی قومیت ایک نظریاتی قومیت ہے'' وضاحت کریں۔

(ہ) دنیا میں قومیت کی تشکیل کن بنیادوں پر قائم ہے؟

۲۔ درج ذیل کثیر الانتخابی سوالات میں درست جواب کی نشان دہی کریں:

(i) مسلمانوں نے ہمیشہ اپنا شیوہ بنایا ہے:

(الف) سادگی کو　(ب) خلوص کو　(ج) رواداری کو　(د) عصبیت کو

www.ilmkidunya.com

(ii) ۱۹۰۶ء میں کل ہند مسلم لیگ کی بنیاد رکھنے والے تھے:

(الف) محسن الملک (ب) وقار الملک (ج) لیاقت علی خان (د) قائدِ اعظمؒ

(iii) پہلی جنگِ عظیم میں انگریز کا مقابلہ ہوا:

(الف) برطانیہ سے (ب) ہندوستان سے (ج) ترکی سے (د) جرمنی سے

(iv) مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی جوہر کی رہنمائی میں تحریک شروع ہوئی؟

(الف) تحریکِ علی گڑھ (ب) خاکسار تحریک (ج) تحریکِ خلافت (د) ریشمی رومال تحریک

(v) جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں ایک آزاد مسلم ریاست قائم کی جائے۔ اس اعلان کو کہتے ہیں:

(الف) قیامِ پاکستان (ب) نظامِ پاکستان (ج) قراردادِ پاکستان (د) نظریۂ پاکستان

۳۔ سبق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل جملوں کی وضاحت کریں:

(الف) بادشاہ اکبر کی بے جا رواداری اور ملکی سیاست میں ہندوؤں کے عمل دخل کی وجہ سے ملک میں کافرانہ طور طریقے اس قدر رائج ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کی آزادی خود ان کے دینی معاملات میں ختم ہو گئی تھی۔

(ب) اہلِ مغرب نے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر استوار کیں اور کہا کہ قوم وطن سے بنتی ہے۔

(ج) نظریۂ پاکستان میں اسلامی زندگی اور قدروں کا تصور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اخوت، مساوات، عدل، خدا ترسی، انسانی ہمدردی اور عظمتِ کردار کے بغیر نظریۂ پاکستان کو فروغ نہیں ہو سکتا۔

۴۔ سبق ''نظریۂ پاکستان'' کے حوالے سے تشکیلِ پاکستان میں حصہ لینے والی شخصیات کے کردار اور افکار پر تبادلہ خیال کریں۔

۵۔ سبق ''نظریۂ پاکستان'' کا خلاصہ تحریر کریں۔

۶۔ سیاق و سباق کے حوالے سے درج ذیل اقتباسات کی تشریح کریں:

(الف) چناں چہ اکبر کے آخری دور میں اسلام کی سربلندی۔۔۔۔۔کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

(ب) دنیا میں قومیت کی تشکیل کی دو۔۔۔۔۔مغرب کے تصوّرِ قومیت سے جُدا ہے۔

مترادف الفاظ:

اردو زبان میں ایسے بے شمار الفاظ پائے جاتے ہیں، جو لکھنے میں تو مختلف مگر معانی میں ایک جیسے ہوتے ہیں۔ گویا مترادف الفاظ ایک دوسرے کے ہم معنی ہوتے ہیں اور ان کو موقع محل اور جملے کی مناسبت سے استعمال کیا جاتا ہے۔ انگریزی میں ان الفاظ کو 'Synonyms' کہتے ہیں۔ مترادف کا استعمال تحریر اور گفتگو کو زیادہ مؤثر اور خوب صورت بناتا ہے۔ مترادف کی چند مثالیں ذیل میں

www.ilmkidunya.com

دی جاتی ہیں:

الفاظ	مترادفات
آفتاب	خورشید، سورج
دولت مند	مال دار، تونگر، امیر
دل فریب	خوب صورت، حُسین
چمک دار	روشن، منوّر
سریع	تیز، پھرتیلا

۷۔ درج ذیل الفاظ کے مترادف تلاش کریں اور ان کو جملوں میں استعمال کریں:

دلیر، سفیر، صدا، قرن، حجر، ظن، منسوب

سرگرمیاں برائے طلبہ:

☆ طلبہ کسی بھی لائبریری یا ڈیجیٹل ذریعے سے "تحریکِ پاکستان" کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں کی فہرست تیار کریں۔

☆ آئینِ پاکستان میں درج انسانی حقوق کے حوالے سے بات چیت کریں۔

برائے اساتذہ کرام:

☆ برصغیر کے تاریخی حالات اور مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو مختصر انداز میں بیان کریں۔

☆ سبق کو حصّوں میں تقسیم کر کے پڑھایا جائے اور مشکل الفاظ و تراکیب اور اصطلاحات کی وضاحت کریں۔

☆ طلبہ کو بتایا جائے کہ نظریۂ پاکستان محض تاریخی تصور نہیں بلکہ قومی ذمہ داری اور اجتماعی شعور کا حصہ بھی ہے۔

www.ilmkidunya.com